۱۶۔ حضرت سری سقطیؒ۔ کنیت ابوالحسن نام سری (بفتح سین وکسر راء) بن المغلس (بضم میم وفتح عین وکسر لام) لقب زاہد وطن بغداد۔ حضرت معروف کرخیؒ کے خاص شاگرد ہیں اور حضرت جنیدؒ کے ماموں اور استاذ ہیں۔ آپ نے حضرت فضیلؒ کے علاوہ ھشیم یزید بن ہارون وغیرہ سے بھی حدیث لی ہے ابن خلکان آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کان اوحد اھل زمانہ فی الورع وعلوم التوحید حافظ فرماتے ہیں اشتھر بالصلاح والزھد والورع۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اتت علیہ ثمانون وتسعون سنۃ ما رأی مضطجعا الا فی علۃ الموت۔ آپ کے فضائل مناقب کرامات ملفوظات بکثرت منقول اور مشہور ہیں خطیب نے تاریخ بغداد میں حافظ نے لسان المیزان میں ابن خلکان نے وفیات میں شعرانی نے لواقح الانوار میں اور دوسرے مورخین اور اصحاب سیر نے آپ کے حالات وغیرہ بالتفصیل لکھے ہیں ماہ رمضان ۲۵۱ھ یا ۲۵۳ھ یا ۲۵۶ھ یا ۲۵۷ھ میں انتقال فرمایا اور بغداد کے مقبرہ شونیزیہ میں مدفون ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ و رزقنا اتباعہ۔

یہ آپ کے تلامذہ کی مختصر فہرست ہے زیادہ تفصیل کا موقع نہیں ہے اسلئے نظر انداز کر دی گئی۔ (باقی آئندہ)

خلوص نیت اور اسکے زریں نتائج

(۳)

(از محترمہ رقیہ بنت خلیل عرب صاحبہ لکھنو)

ناظرین کرام سے میں معافی کی خواہاں ہوں اسلئے کہ تھوڑی دیر کیلئے میں اپنے موضوع بحث سے ہٹنے کیلئے اسلئے مجبور ہوں کہ جس آیۂ دعا رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي الخ سے میں اپنے موضوع پر استدلال کرنا چاہتی ہوں اس آیۂ کریمہ کی دل آویزی اور خوبی تشنہ کام رہیگی اگر میں اس سے قبل کی آیات کے متعلق مختصر نوٹ نہ دوں اور یہ اسلئے کہ کلام پاک میں ربط آیات ہی ایک ایسی اثر انگیز اور پر لطف شے ہے جو قلوب کیلئے مایۂ تاثر ہے۔ اللہ الذی خلق السموات والارض الآیہ

اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیات میں اپنے سعید و شقی بندوں کے احوال کو بیان فرمایا ہے اس سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حصول سعادت سب سے بڑی نعمت اس ایزد ذوالجلال کی جو اپنے بندوں پر ہے وہ یہ کہ اپنی مہربانی اور فضل عمیم سے اپنے بندوں کو اپنی ذات و صفات کی معرفت کی توفیق عطا فرمائی اور اس سے محرومی کی حالت وہ اشقیا کی حالت ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو محفوظ رکھے لہذا اپنے سعید و شقی دونوں بندوں کے اوصاف کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے وجود صانع پر دلائل قاہرہ اور اپنے کمال علم و قدرت کے بیان پر خاتمہ فرمایا تاکہ سعیدان دلائل قاہرہ میں غور کر کے رتبۂ سعادت سے فائز ہوں اور اشقیا اپنی شقاوت سے اسمیں غور نہ کر کے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھیں لہذا آیات متذکرہ بالا میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کو بیان فرمایا جنپر کائناتِ عالم کی بقا کا دارومدار ہے۔ ان میں سب سے پہلی چیز جس کے خالق ہونے کا مالکِ کل نے دعویٰ کیا ہے وہ آسمان وزمین ہیں اور اس کے بعد ان کے فوائد کو بیان فرمایا ہے یعنی اس کی حکمت کاملہ سے اس نے آسمان سے پانی کی بارش فرمائی اور اجزا ارضیہ سے اسے جب مختلط ہونے کا موقع ملا تو اس سے انواع واقسام کے نباتات وفواکہہ عالم وجود میں آئے جو انسان کی غذا لطیف قرار پائے اور کشتیوں کے ذریعہ سے ایجاد وصنعت کی عقل انسانی میں موھبت فرمائی گئی اور اسی عقل کی قوت سے انسان کے قابو میں دریاؤں نہروں کو ایسا مسخر کیا کہ جس طرح انسان پشت زمین کو اپنی تگ ودو سے پامال کرتا ہے۔ اسی طرح دریاؤں کے سینے کو بھی پاٹ لے اور انھیں مسخر کرلے۔ اسکے بعد عالم میں لیل ونہار کو دیکھئے کہ ان میں سے ہر ایک کو انسان کے خاص فوائد کیلئے خلق فرمایا کہ دن میں وہ اپنی قوت لایموت حاصل کرنے کے ذرائع سے کام لے اور رات میں آرام کرے۔

اس کے بعد کرہ آتشین یعنی آفتاب اور ماہتاب کا ذکر فرمایا اور خلقۃً ان دونوں اجرام فلکیہ میں جو قوتیں ہیں یعنے نشوونمائے عالم میں بلکہ اس کی ہر مخلوق میں جو اصلاح نباتات وحیوانات میں ہوتی ہے اسکے لئے یہ رواں ہیں اور اسی بنا پر آفتاب کو بادشاہ نہار اور ماہتاب کو بادشاہ لیل کہا جاتا ہے لیکن جو قوتیں ان اجرام فلکیہ وارضیہ میں پنہاں ہیں انکا احاطہ امکان انسانی سے باہر ہے اور جیسے جیسے علم انسان ترقی کرتا جاتا ہے ویسے ہی ویسے اس خالق کل رب الارباب کی قدرتوں کا اظہار ہوتا جاتا ہے آج سے سو برس پہلے کا انسان یہ کب خیال کرسکتا تھا کہ اس کرۂ آتشین کی شعاعوں میں وہ قوت بھی ہے جسے موجودہ زمانے میں مسخر کرکے اگر اسکیطرف ان سے امراض کے کامیاب علاج کئے جاتے ہیں تو دوسری طرف سرد ممالک میں اسکے ذریعے درختوں کو حرارت پہنچائی جاتی ہے۔ اور اس طرح ویخلق مالا تعلمون کی عملی تفسیر ناشکر گذار انسان کے ہاتھوں اسکے سامنے پیش کردی جاتی ہے پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوتی بلکہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو کچھ تم نے مانگا میں نے وہ سب تم کو دیا اور اے ناشکر گذار انسان اگر تو اس خالق ذوالجلال کی نعمتوں کا احصار اور احاطہ کرنا چاہے تو محال ہے مقطع آیہ میں یہ ارشاد ہوتا ہے ان الانسان لظلومٌ کفّارہ انسان تو بڑا ہی ظالم اور ناشکر گذار واقع ہوا ہے۔

غور کیجئے کہ اپنی نعمہائے بیکراں کا اظہار فرماکر اور انسان کو ان سے بہرہ اندوز ہونے کی قوتیں عطا فرماکر براہین ساطعہ اور دلائل قاہرہ سے یہ باور کرادیا کہ یہ سب نعمتیں ایک خالق کی پیدا کی ہوئی ہیں اے انسان جنسے تو شب وروز متمتع ہوتا رہتا ہے لیکن باوجود اس کے تیری ناشکر گذاری کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ پانی جو مخلوق ہے اور ایسی مخلوق کہ جس کے بغیر نباتات وحیوانات کی زندگی محال ہے اس سے مرعوب ہوکر اپنے خالق حقیقی کو چھوڑکر اس مخلوق کو اپنا مسجود بنانے لگا غور کرکہ کیا وہ دریا جن میں ہر قسم کی غلاظتیں پہنچتی ہیں اور جب تو دریائی سفر میں ہوتا ہے تو اپنی غلاظتوں سے اسے خواہ وہ کتنا ہی کثیر کیوں نہ ہو ملوث کردیتا ہے پھر کیا وہ چیز کہ جو انسانی غلاظتوں کا مقر قرار پائے قابل سجدہ ہوسکتی ہے۔

یہ آفتاب جس پر حیات عالم کا دارومدار ہے یہ شب وروز طلوع غروب ہوتا رہتا ہے کیا اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے اگر یہ اس قابل نہیں ہے اور انسان اپنی کمزوری عقل کے سبب سے اصلی معبود کو چھوڑکر ان کی پرستش

کرنے لگے تو کیا اس سے بڑھکر کوئی ناشکر گذار انسان ہو سکتا ہے۔ حکیم شیراز یعنی حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو اپنے دلکش انداز میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند + تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرمانبردار + شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

ابر و ہوا آفتاب و ماہتاب اے انسان سب اسلئے مصروف کار ہیں کہ تو ایک روٹی حاصل کرے اور اسے غفلت سے نہ کھائے یہ آسمان و زمین آفتاب و ماہتاب غرض کائنات عالم کا ہر ذرہ سب تیرے ہی وجہ سے مصروف عمل ہے اور تیرا اطاعت گذار ہے پھر تیرا اس منعم حقیقی کے سامنے فرمانبردار نہ ہونا کتنی بڑی بے انصافی ہے اب غور فرمایئے کہ ایک طرف تو نعمہائے بیکراں کا خزانہ انسانوں پر لٹایا جا رہا ہے اور جو لٹا رہا ہے اس کو چھوڑ کر اوروں کی تعظیم و توقیر کی جا رہی ہے اور اس طرح شکر گذاری کے عوض میں ناشکر گذاری کی جا رہی ہے۔

تو اب بتانا یہ منظور ہے کہ جہاں ہمارے بندوں میں ایسے ناشکر گذار بندے ہیں وہاں ایسے شکر گذار بھی ہیں جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں کہ ان کو ایک وادی غیر ذی زرع میں گھر بنانے کا حکم دیا جاتا ہے تو بلا چون و چرا اخلوص نیت کے ساتھ مکان تعمیر کر دیتے ہیں۔ اور جو باتیں فطرتاً انسان میں مکان بنانے سے قبل سوچی جاتی ہیں ان سے قطع نظر کر کے ارشاد باری تعالیٰ کے بموجب تعمیل میں منہمک ہو جاتے اور مکان بننے کے بعد جو باتیں پہلے سوچنے کی تھیں انھیں بارگاہ ایزدی میں باادب حسب ذیل طریقے پر پیش کرتے ہیں :-

عرض اول رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ۔ اے میرے پالنے والے اس گھر کو پر امن کر دیجئے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امن کو اس بنا پر مقدم کیا کہ یوں تو ہر ادنیٰ نعمت ایزدی قابل تشکر و امتنان ہے لیکن امن اکثر نعمتوں سے زیادہ وزنی ہے۔ اسلئے کہ ہم ایک جانور کو دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک عضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس الم سے وہ جانور چند روز مزید پریشان رہتا ہے حتیٰ کہ بااوقات وہ کھانے پینے سے مجبور ہو جاتا ہے لیکن تھوڑی مدت کے بعد وہ تندرست ہو کر اپنی فطرت کے بموجب سب کام کرنے لگتا ہے اسی کے مقابلے میں ایک بکری کو لیجئے اور اس کو لیکر ایک درندہ کے پاس باندھ دیجئے وہ خوف سے نہ کھائے گی نہ پئے گی اور اگر اس درندہ کے قریب سے اسکو علیحدہ نہ کیا گیا تو وہ خوف سے ہلاک ہو جائے گی اس خیال سے یہ معلوم ہوا کہ خوف سے بڑھکر انسان کیلئے کوئی ایذا رساں شے نہیں اور امن سے بڑھکر کوئی چیز بہتر نہیں اسی لئے امن کو اپنی دعا میں آنحضرتؑ نے مقدم رکھا چونکہ مخلصوں کی دعا میں خلوص ہوتا ہے اور اجابت کیلئے خلوص کی جو شرط ہے وہ پوشیدہ نہیں یہ دعا قبول ہوئی اور اس طرح کہ قرآن کریم میں جہاں بیت کا لفظ آیا ہے اس کے ساتھ امن کا لفظ بھی ضرور استعمال کیا گیا ہے۔ اور بیت اللہ پر ایسے زمانے بھی گذرے ہیں جب اس میں بدامنی ہوئی لیکن بدامنی پیدا کرنے والی قوت کا استیصال فرما دیا گیا

(باقی آئندہ)